حضرت علامہ یوسف القرضاوی (قطر)

اکیسویں صدی اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

۲۱ویں صدی کی ابتدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے تیسرے ہزار سال کی ابتدا ہے۔ دور جدید اپنے ساتھ بڑے بڑے چیلنج لا رہا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ امت مسلمہ مستقبل کے لئے درست نقطۂ نظر اختیار کرے، صحیح منصوبہ بندی کرے اور عملی استعداد کو بڑھانے کی تدابیر بھی کرے۔ یہ ہمارا اولین فرض ہے تاکہ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔

اس حوالے سے چند امور توجہ کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں:

۱۔ اسلامی تشخص:

ہم مسلمانوں کو سب سے پہلے خود اپنے مقام اور مرتبے کا ادراک کرنا ہوگا تاکہ معلوم ہو کہ ہمارا تعلق کس عظیم نظام حیات سے ہے۔ اس پر کاربند ہو کر ہم اپنی منفرد و ممتاز حیثیت کو دنیا بھر سے منوا سکتے ہیں۔ ہم غیروں کے تابع مہمل نہیں ہیں۔ اسلام ہماری شناخت اور تشخص ہے۔ ہم اول و آخر مسلمان اور اپنے رب کے مطیع ہیں۔ ہمیں اس کا دو ٹوک اعلان کرنا ہوگا۔ اسی بنا پر ہم عالم جدید میں اپنی قائدانہ حیثیت کو تسلیم کروانے کی پوزیشن میں ہیں۔

۲۔ مرجع اساسی کا تعین:

امت مسلمہ کو اپنے اساسی مرجع کا تعین کرتے ہوئے اپنے احکامات و تعلیمات کو وہیں سے اخذ کرنے اور اپنی تہذیب و تمدن کو انہی بنیادوں پر استوار کرنے کا اہتمام بھی کرنا ہوگا۔ نیز اختلاف کی صورت میں وہی ہمارا مرجع ہونا چاہیے۔ بلاشبہ ہمارا بحیثیت امت مرجع "دین اسلام" ہے جس سے مراد کسی خاص زمانے کا اسلام، کسی خاص مسلک کا اسلام نہیں اور نہ ہی کسی خاص مکتبہ فکر کا اسلام ہے، بلکہ دور اولین کا وہ اسلام ہے جو ہر قسم کی بدعات اور ملاوٹ سے پاک تھا۔ یعنی فرقوں میں بٹ جانے سے پہلے کا وہ صحیح اسلام، جو تاویلات و تشریحات کی بھول بھلیوں میں کھو جانے سے پہلے کے دور نبویؐ اور خیر القرون کا اسلام ہے۔

حقیقی اسلام کو متعارف کروانے اور دنیا میں نافذ کرنے کیلئے مشترکہ طور پر ایسا نظام عمل مرتب کرنے اور جاری و ساری کرنے کے لئے ایسی عالمی مشنری کو وجود میں لانا ہوگا جو افراط و تفریط سے پاک ہو

کر متوازن اور معتدل تعلیمات پر عمل کرے۔

وكذلك جعلنكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا (البقره ۲‘۱۴۳)

”اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک امت وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔“

یہ تحریک ایسی موج رواں ہو جو ایمان و عمل کو یک جائی بخشے عقل و نقل میں موافقت پیدا کرے‘ دنیا و آخرت کو باہم مربوط کرے نئے مفید امور کو جذب کرے‘ قدیم طرز عمل کا احیاء کرے‘ وسائل کو عمدگی سے بروئے کار لائے‘ جزئیات تک کو خوبی سے قابل عمل بنائے۔ یہ تحریک شرعی اصولوں اور تغیرات زمانہ میں مناسب توازن برقرار رکھنے کی استعداد رکھتی ہو‘ ماضی سے مربوط رہتے ہوئے زمانہ حال میں درست انداز سے زندگی بسر کرنے کا ادراک رکھتی ہو اور مستقبل میں مزید ترقی کرنے کے اسلوب سے بھی آگاہ ہو۔

یہ تحریک عالمی تبلیغ میں اصول یسر (آسانی) کو پیش نظر رکھنے والی‘ انسانی مسائل کا حل پیش کرنے میں سہولت کے پہلو کو مقدم کرنے والی اور عام فہم ہونی چاہیے۔ اسی طرح دوسرے فریقوں سے ربط و ضبط رکھنے ان کی سننے اور اپنی کہنے کی قائل ہو۔ مخالفت کرنے والوں سے وسعت قلبی کے ساتھ معاملہ کر سکتی ہو۔ ارتقائی تبدیلی پر عمل پیرا ہو‘ نئے تقاضوں کے مطابق اجتہاد کی متعینہ شرطوں پر کاربند رہتے ہوئے پیش آمدہ حالات پر مجتہدانہ غور و فکر کی داعی اور تجدید و احیاء نشاۃ ثانیہ کے ضابطوں پر کاربند رہے۔ یہ عالمی اسلامی تحریک نہ تو خود اعتدال کو ترک کرنے والی ہو اور نہ کوئی اسے حدود توازن سے تجاوز کرنے پر مائل ہی کر سکتا ہو۔ یہ نہ غلو کی حامل ہو نہ تشدد کی بے جا رنگ آمیزی اس کا وصف ہو بلکہ یہ تعمیر کرنے کی قوت رکھتی ہو‘ نہ کہ بگاڑ کی۔ یہ تحریک ملانے والی ہو نہ کہ منتشر کرنے والی۔ اس کے بنیادی اوصاف میں حیات جدید کی نوید ہو نہ کہ مایوسیاں پھیلاتا۔ کیونکہ مایوسیوں کا بالآخر انجام اعضاء و قویٰ کا معطل ہونا ہوتا ہے۔

۳۔ نیا عالمی منصوبہ :

امت مسلمہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسا عالمی اسلامی منصوبہ تشکیل دے جس پر عمل پیرا ہو کر پس ماندگی کی حالت کو بدل کر ترقی اور سبقت لے جانے کی فضا پیدا ہو سکے۔ ہم بلا شرکت غیرے ایک ہزار سال تک دنیا کی قیادت کرتے رہے ہیں۔ ہماری تہذیب و تمدن ساری دنیا میں رائج تھی۔ ہم نے ساری دنیا کے لوگوں کو آداب حیات سکھائے تھے۔ ہم پر یہ واضح رہنا چاہیے کہ جہالت و پس ماندگی ہماری

سرشت کا حصہ نہیں اور نہ ہی ہماری موجودہ حالت اسلام کے مزاج سے میل کھاتی ہے۔ اس لئے یہ درست نہ ہوگا کہ ہم انقلابات زمانہ کے شانہ بشانہ نہ چلیں۔ اس دور کی خاصیت اطلاعی و ابلاغی و فضائی انقلابات ہیں جن سے منہ موڑے رکھنا یا پہلو تہی برتنا کسی طرح بھی قابل قبول نہیں' کیا ہم کمپیوٹر پر انٹر نیٹ کے دور میں پرانے آلات و وسائل پر ہی اکتفا کیے رہیں؟ نہیں' ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

حصول ترقی کیلئے ضروری ہے کہ مسلمانوں میں رائج فلسفہ تعلیم و نظام تعلیم میں مثبت تبدیلیاں لائی جائیں تاکہ اسلامی معاشرے میں اعلیٰ جدید تعلیم یافتہ ماہرین تیار ہوں جو نئی ایجادات کی قدرت رکھتے ہوں۔ اس وقت ساری دنیا میں مسلمان ماہرین اور سائنس دان پھیلے ہوئے ہیں۔ ایسے حالات پیدا کرنے ہوں گے کہ اسلامی معاشرے میں خدمات انجام دینے کے لئے وہ اپنے ممالک میں خوشی واپس آسکیں۔ ہمیں شرح خواندگی کی کمی کو بھی دور کرنا ہوگا اور اس کے لئے قابل عمل منصوبہ بنانا ہوگا۔

۴۔ عالمی صیہونی تحریک کا مقابلہ :

امت مسلمہ کے لئے ممکن نہیں کہ تہذیب و تمدن کی بلندیوں کو چھولے جب تک کہ وہ اپنے وجود کے خلاف ہونے والی عالمی صیہونی سازش کا مقابلہ کرتے ہوئے اسے شکست فاش نہ دے دے۔ اسی طرح نصرانیت اور ہندومت کی سازشوں کو سمجھنا اور ان کا مقابلہ کر کے انہیں شکست دینا بھی اسی کا جز ہے۔ یہ ہدف زبانی دعووں اور امن و سلامتی کے نام پر کئے جانے والے معاہدوں سے' جن کا واضح مقصد ان قوتوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہے' حاصل نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے لئے بصیرت افروز سوچ اور گہرے ایمانی جذبات کا پایا جانا ضروری ہے۔

امت مسلمہ کے احیا کے لئے یہ ضروری ہے کہ عوامی سطح پر اور حکومتی و عسکری سطح پر نئے عزم اور ولولے سے پختہ بنیادوں پر کام کا آغاز کیا جائے۔ وہ طرز فکر و عمل اپنایا جائے جس سا ہر مسلمان ھیساتی' فکری اور تہذیبی و تمدنی حوالے سے اپنا سر بلند کر کے چل سکے اور عظیم تر اسرائیل (اور اکھنڈ بھارت) کے خوابوں کو پاش پاش کرنے کے لئے حوصلہ پاسکے۔

یہ نعرے لگائے جاتے ہیں کہ : "فرات سے لے کر دریائے نیل تک اسرائیل تیری سرحدیں ہیں" اور یہ بھی کہا جاتا ہے : "چاولوں کے کھیتوں سے کھجور کے جھنڈوں تک"۔ یہود نے اس خیالی نعرے کو پے در پے کوششوں سے اپنے خامیوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے اس کے مقابلے میں ہمارے دینی لٹریچر میں یہ سچی بشارتیں موجود ہیں کہ اسلام عالم گیریت حاصل کرے گا اور ساری دنیا میں اس کا ڈنکا بجے گا۔ ہماری تاریخ بھی شان دار اور سچا عالم گیر حقائق پر مبنی ہے۔ اس لئے بجا طور پر مستقبل میں مزید کامیابیوں اور سرفرازیوں کی توقع کی جاسکتی ہے۔

۵۔ ہمہ جہت ترقی کے لئے جدوجہد :

جس ہدف کو ہمیں خاص اہمیت دینی چاہیے اور جسکے حصول کیلئے ہمیں کمربستہ رہنا چاہیے وہ اسلامی معاشرے کی ہمہ جہت مجموعی ترقی کا حصول ہے۔ اس کیلئے بھرپور اور دور رس منصوبہ بندی کی جائے۔ یہ انسانی وسائل کو انسانی ترقی کیلئے سرگرم کرنے سے ممکن ہے۔ یعنی انسان ہی اسکا محور ہے اور خود انسان ہی اسکا حصول کا ذریعہ ہے جو موجودہ وسائل کو بہترین انداز سے استعمال کرتے ہوئے ترقی کی منازل کو طے کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ ہمہ جہت ترقی مسلمانوں کی اقتصادی ترقی' پیداواری ترقی اور پیداوار کے متوازن استعمال اور معاشرے میں اس کی منصفانہ تقسیم 'لوٹ کھسوٹ اور ملاوٹ وبد عنوانی کو ترک کرنے سے ممکن ہے۔ اگر ایسا ہو سکے تو امت مسلمہ اقتصادی دباؤ سے نکل آئیگی 'مسلمان ممالک میں خود کفالت کی صورت پیدا ہو سکے گی اور آپس میں ایکدوسرے کی ضروریات واحتیاجات کو پورا کرنا ممکن ہو گا۔

ہمارے پاس ہر نوع کے وسائل موجود ہیں جنہیں بہتر طور پر استعمال میں لا کر ہم اپنی تمام ضروریات زندگی احسن طور پر پوری کر سکتے ہیں۔ زرعی پیداوار کو ترقی دے کر اپنا پیٹ خود بھر سکتے ہیں۔ اپنے ملکوں میں تیار کردہ کپڑے سے اپنا تن ڈھانپ سکتے ہیں۔ اس طرح ہمیں بیرونی محتاجی سے چھٹکارا بھی ملے گا اور ہم اپنے قدموں پر بھی کھڑے ہونے کے قابل ہو جائیں گے۔ یہ بات ہمارے لئے باعث ندامت ہے کہ اسلامی ممالک کی اکثریت زرعی ممالک کی ہو اور پھر بھی آدھا یا آدھے سے زیادہ اناج ہم باہر سے منگوائیں۔ یہ ممالک لوہے کی صنعت میں ضروری مہارت واستعداد نہیں رکھتے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لوہے کی اہمیت ۱۴۰۰ سال پہلے ہم پر واضح کر دی تھی :

وانزلنا الحدید فیہ باس شدید و منافع للناس (الحدید ۵۷ : ۲۵)

"اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں"

ہم نے یہ آیت بارہا پڑھی ہو۔ فیہ باس شدید یہ ہمیں عسکری قوت حاصل کرنے کے لئے صنعتی ترقی پر ابھارتی ہے اور منافع للناس آیت کا یہ حصہ ہمیں مدنی صنعتوں (انسانی ضروریات کی فراہمی) میں دسترس حاصل کر کے لوگوں کے لئے نفع کا باعث بننے پر ابھارتا ہے لیکن ہم اس پہلو سے غور ہی نہیں کرتے۔

امت مسلمہ کے پاس ثروتوں کے لامحدود خزانے موجود ہیں۔ یہ خزانے امت کے میدانوں اور پہاڑوں میں 'اس کی وادیوں اور صحراؤں میں 'اس کے سمندروں اور دریاؤں میں بکھرے پڑے ہیں۔ ہماری جغرافیائی اہمیت بھی اپنی جگہ مسلمہ ہے اور بشری قوت (انسانی وسائل) بھی اپنی جگہ وافر ہے۔ ضرورت ہے تو اس بات کی کہ ہم ان بیش بہا قیمتی خزانوں کے صحیح استعمال کو جان جائیں اور انہیں درست

انداز سے زیر تصرف لاکر مجاہدانہ انداز سے جینے کا ڈھنگ سیکھ لیں۔ پھر اس طرح زندگی بسر کریں کہ جس طرح ہم چاہتے ہوں نہ کہ اس طرح جئیں جس طرح ہمارے دشمن چاہتے ہیں (عزت کی زندگی نہ کہ ذلت کی' جیسے اب حال ہے)

۶۔ **منصفانہ معاشرے کا قیام:**

ترقی کے حصول کے لئے ہمیں معاشرتی ظلم وزیادتیوں کے خلاف بھی علم جہاد بلند کرنا ہوگا۔ یہ فساد اور ظلم وجور مسلمانوں کے معاشرے میں عام ہے۔ ہمارے لئے لازم ہے کہ عدل اجتماعی کو قائم کریں' جس سے حق دار کو اس کا حق ملنے کی ضمانت فراہم ہو یہاں تک کہ ہر بے روزگار کو بہتر روزگار' مزدور کو اچھی اجرت' بھوکے کو روٹی' مریض کو دوا' بے سہارا کو سہارا' بے لباس کو لباس' ہر محنت کرنے والے کو بہترین صلہ اور محتاج کو کفایت کرنے والا سلیقہ فراہم ہو جائے (حقیقی منصفانہ معاشرہ وجود میں لانے کی کوشش' ترقی اسلامی کی کشش ہے جس کا احیا اشد ضروری ہے۔

۷۔ **خواتین کی اہمیت:**

یہ بھی ضروری ہے کہ خواتین کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ان کو صحیح مقام ومرتبہ دیا جائے خواتین کی اہمیت اسلئے بھی ہے کہ خواتین معاشرے کا عددی لحاظ سے نصف حصہ ہیں۔ گھر اور معاشرے پر ان کے براہ راست مثبت یا منفی ہر دو طرح سے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مسلمان مردوں کیلئے ضروری ہے کہ خواتین کے ساتھ انکے اولین فریضے کی ادائیگی میں معاونت کریں جو گھر کی نگہداشت' خاوند کا خیال اور نسل انسانی کی تربیت کرنے کے اعلیٰ اعمال پر مشتمل ہے۔ اس میں دو رائے نہیں (جنہوں نے تجربات کرنے تھے' کر لئے پھر بھی یہی نتیجہ نکلا) کہ خواتین سے یہ مقام کوئی اور نہیں لے سکتا اور نہ ہی اسے درست انداز سے ادا ہی کر سکتا ہے۔ لہذا خواتین کے ساتھ بھرپور تعاون کیا جانا چاہیے تاکہ وہ اچھی بیوی' بہترین ماں اور مفید شہری ثابت ہو سکیں۔

ہمیں ضرورت ومجبوری میں ان کے کام کرنے کے حق کو بھی تسلیم کرنا چاہیے۔ اگر خود انہیں یا ان کے افراد خانہ کو ان کی معاونت کی ضرورت ہو تو وہ باہر جاکر کام کر سکتی ہیں جیسے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعے سے رہنمائی ملتی ہے جب کہ وہ بوڑھے تھے اور ان کی بیٹیاں بکریوں کو پانی پلانے کے لئے لے جاتی تھیں۔ علاوہ ازیں اگر معاشرے کو ان کے کام کی ضرورت ہو جیسے کہ عورتوں کا بچیوں کو تعلیم دینا' عورتوں کا عورتوں کے علاج کے لئے تربیت لینا وغیرہ جیسے امور تو ان میں خواتین کو کام کرنے کا موقع ملنا چاہیے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اگر خواتین کو درست مقام حاصل ہوگا تو اولاد کے ایام طفولیت بہتر گزریں گے' خاندان خوش وخرم رہے گا اور زندگی پرسکون بسر ہوگی۔

۸۔ **منصفانہ سیاسی نظام کا قیام:**

اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مذکورہ بالا اہداف اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتے جب تک کہ منصفانہ سیاسی نظام رائج نہ کیا جائے۔ وہ نظام جس سے تمام شہریوں کو ان کے صحیح حقوق حاصل ہو جائیں، جو انسان کے مقام و مرتبے اور آزادی رائے کا احترام کرنے کا ضامن اور انسانی جان و مال و عزت کا رکھوالا ہو۔ یہ ایسا نظام ہو جس سے روح شورائیت بیدار ہو اور خیر خواہی اور ذمہ داری کا جذبہ پروان چڑھے یہ نظام اسلام کے شرعی طرز سیاست پر مبنی ہونا چاہیے جس کا بنیادی مقصد امت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ ہو۔ یہ نظام جبر و استبداد کے نمائندہ حکمرانوں اور سازشی ٹولوں کا دفاع کرنے والا نہیں ہونا چاہیے بلکہ عوام کے مفادات کو پیش نظر رکھنے والا ہو۔ جس کے تحت اللہ کے قانون کو کسی تفریق کے بغیر سب پر یکساں نافذ کیا جائے جس میں اعلیٰ و ادنیٰ کا فرق روا نہ رکھا جائے اور نہ ہی کسی سے امتیازی سلوک برتا جائے۔

۹۔ **وحدت امت:**

امت کے جسد پر ایک اور بھی گھاؤ ہے جسے جلد از جلد درست کرنے کی ضرورت ہے، اور وہ ہے "افتراق و اختلاف امت"۔ اس کا وحدت امت اسلامیہ کے نسخہ کیمیا سے علاج ہونا چاہیے، کیونکہ کٹی پھٹی اور بکھری امت کا کوئی مستقبل نہیں۔ کبھی یہ ایک تھی، اب مختلف اقوام کا مجموعہ بن چکی ہے جو الگ الگ گروہوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ یہ گروہ محض متفرق مجموعہ ہی نہیں ہیں بلکہ بارہا عملاً ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو جاتے ہیں اور اس طرح خود ہی ایک دوسرے کے غیظ و غضب کا شکار ہوتے رہتے ہیں، جب کہ موجودہ دور میں مختلف الخیال اقوام پرانے اختلافات، نسلی امتیازات، مذہبی لڑائیاں اور علاقائی جھگڑے کم سے کم کرنے پر کمر بستہ ہیں، مشترکہ مصلحتوں کے باعث کھینچا تانیوں کے ایام سیاہ مسترد کر کے مختلف اتحاد اور مشترکہ منڈیاں وجود میں لا رہی ہیں یہاں تک کہ ان کے باہم شیر و شکر ہونے کا گمان گزرتا ہے۔ جب کہ اس امت مرحومہ کا یہ حال ہے کہ ابھی باہمی تفرقے اور اختلاف و انتشار کا شکار ہے یاد رکھئے ہم اس وقت تک اپنے خلاف کی جانے والی عالمی سازشوں کا کامیابی سے مقابلہ نہیں کر سکتے جب تک ہم متحد و متفق نہ ہو جائیں۔ یہ ممکن نہیں کہ ہم خود کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں منقسم رکھیں اور آج کی دنیا کے بڑوں سے ٹکر لینے کی قابلیت کو بھی پالیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ پوری کی پوری امت مسلمہ مشترکہ ہدف پر متفق و متحد ہو جائے۔

۱۰۔ **بیداری امت کی ضرورت:**

ان اہداف کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانان عالم کو پھر سے بیدار کیا جائے۔ اس کیلئے موجودہ

معیار ایمان واخلاق کو اوپر اٹھانے کی سعی کرنے ہوگی یہاں تک کہ آج کے مادی مسلمان میں روحانیت کی بلندی وعظمت پھر سے جاگ اٹھے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ صرف مادی ترقی امت مسلمہ کے احیائے نو کا سامان نہیں کر سکتی۔ البتہ مادیت وروحانیت کے باہم اشتراک سے یہ ترقی ضرور ممکن ہے۔ اس کے لئے سب سے پہلے ہمیں دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کی سوچ اور فکر کو بلند کرنا ہوگا اس کے ساتھ ساتھ بلند اہداف کا تعین اور امید کی فضا تیار کرنا بھی ضوری ہے۔ اس کے لئے دور حاضر کے مسلمان کی تہذیبی' اخلاقی اور نفسیاتی تربیت 'انسان مطلوب کے اعلیٰ معیار پر کی جانی چاہیے۔ ایسے افراد تیار کرنا ہوں گے جو ہوائے نفس کی غلامی سے آزاد ہوں' جو علاقائیت سے سحر زدہ نہ ہوں' جنہیں شر کی چکا چوند دھوکا نہ دے سکے۔ وہ پیش آمدہ مشکلات سے پریشان نہ ہوں بلکہ ان پر قابو پانے اور حق سچ پر پامردی سے ڈٹ جانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

اس اعلیٰ مقصد کے حصول کیلئے ان تمام اداروں کو باہم مل کر فضا تیار کرنی ہوگی جو تربیت انسان میں موثر کردار رکھتے ہوں جن میں مدرسہ اور مسجد' اخبارات ورسائل اور ریڈیو' ٹیلی وژن اور فلم' سب شامل ہیں۔ الغرض تمام ادارے اس فرض کی ادائیگی میں شریک ہوں تاکہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان' اسلام کے سچے پیغام اور آخرت کے دائمی گھر' سب کی آبیاری ہو سکے۔ ہمیں ایسے ایمان کیلئے کوششیں کرنی ہوں گی جس سے بہترین ومثبت اور مفید عملی ثمرات ظاہر ہوں' فاضلانہ اخلاقیات جنم لیں اور بندگی رب' تعمیر دنیا اور بنی نوع انسان کے فائدے کی کوئی صورت سامنے آسکے۔ یہ ہیں وہ دس اہم نکات جنہیں پیش نظر رکھ کر ہم بحیثیت امت ترقی کر سکتے ہیں۔ ہم مادی' روحانی' تہذیبی' بشری ہر نوع کے خزانوں سے مالا مال ہیں۔ عین ممکن ہے کہ اکیسویں صدی میں ہم اپنی عظمت رفتہ کو پا کر پھر شوکت ورفعت کو بحال کر سکیں تاہم یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب امت مسلمہ کو ایسی نئی قیادت مل جائے جو خلوص نیت' عزم مصمم اور عمل پیہم سے اپنا مقام حاصل کرنے کی جدوجہد کرے یہ بھی ضروری ہے کہ ان گزارشات کو ہماری ثقافتی وتعلیمی پالیسیوں کی بنیاد بنایا جائے۔ ہمارا دینی اور عمومی میڈیا اس کی مناسب تشہیر کرے اور خاندان ومدرسہ' عوام وحکمران غرض ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد اسکے حصول کیلئے مدد ومعاون بن جائیں اور مل جل کر بھرپور جدوجہد کی جائے۔ (بشکریہ ترجمان القرآن لاہور)

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے!
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف